مکتوب[۱] چہل و ہشتم

خدا کا بہت شکر ہے اور قوی اُمید ہے کہ خدا نے ہمارے تمام دوستوں اور اس شہر کے لوگوں کو مصیبتوں سے محفوظ رکھا ہے۔ سورۂ لایلاف کی تلاوت صبح اور شام کو کیا کریں اور تمام دوستوں و متوسلوں سے بھی فرمادیں۔ اس علاقہ پر مرہٹوں کے قبضے، قوم روہیلہ کے فرار اور قصبات و دیہات کے تخت و تاراج ہونے کے متعلق کیا لکھوں، (اس کی) تفصیل عزیزوں کے خطوط سے معلوم ہوگی۔ خدا کا شکر ہے کہ خانصاحب کے متعلقین اس مصیبت سے نجات پاکر یہاں پہنچ گئے ہیں۔ انشاءاللہ تعالےٰ اپنے وطن اور آپکی خدمت میں بھی پہنچیں گے۔ آپ کا التفات نامہ آیا، ممنون ہوں، وہاں کے لوگوں کی خبر سنکر اطمینان ہوا۔ اللہ تعالےٰ سب کو سلامت رکھے اور اس علاقہ کے سرداروں کو

---

[۱] اس خط پر مرزا صاحب نے سنہ تحریر ۱۱۸۶ھ (۱۷۷۲ء) لکھا ہے۔ اس میں بعض واقعات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مرہٹوں اور ضابطہ خاں کی لڑائی کا ذکر کر رہے ہیں۔ اس لڑائی کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ نجیب الدولہ کے انتقال (۳۱ اکتوبر ۱۷۷۰ء) کی خبر شاہ عالم کو پہونچی جو اس وقت الہ آباد میں مقیم تھا تو نجیب الدولہ سے تمام دشمنی کے باوجود شاہ عالم نے ضابطہ خاں کو تعزیت نامہ بھیجا اور اس کے ساتھ میر بخشی کے عہدے پر فائز ہونے کا فرمان اور امیرالامرا کا خطاب بھیجا اور ضابطہ خاں کو حکم دیا کہ وہ بادشاہ کو دہلی لے کر جائے لیکن بادشاہ نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ باپ کا عہدہ اور جائداد کا مالک ہونے کا نذرانہ پیش کیا جائے۔ نیز اب تک خالصے کے علاقے سے جو آمدنی ہوئی تھی اس کا حساب کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابتدا میں بادشاہ کے دل میں اُس کے خلاف کوئی جذبہ نہیں تھا۔ اور ہوتا بھی کیسے بقول سرکار ضابطہ خاں دہلی میں بادشاہ کی ماں اور وارث کی حفاظت کر رہا تھا۔ جلاوطن بادشاہ کے پاس اپنی کوئی فوج بھی نہیں تھی۔ ضابطہ خاں نے عہدہ تو قبول کر لیا لیکن حساب دینے سے صاف انکار کر دیا۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کو مجبور ہو کر مرہٹوں سے مدد مانگنی پڑی۔ شاہ عالم نے مادھوجی سندھیا سے ساز باز کر لی۔ بادشاہ مرہٹوں کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور فرخ آباد پہونچ گیا۔ شاہ عالم نے ایک بار پھر ضابطہ خاں سے صلح کرنی چاہی مگر وہ دولت دینے پر تیار نہیں ہوا اور آخر بادشاہ اُسے سزا دینے پر مجبور ہو گیا۔ ضابطہ خاں دہلی سے فرار ہو گیا۔ بادشاہ کو دہلی پہنچے ہوئے کُل گیارہ دن ہونے تھے کہ ضابطہ خاں کی سرکوبی کے لئے پھر دہلی چھوڑنی پڑی۔ مغل فوج کا سردار مرزا نجف خاں تھا اور مرہٹہ فوج کے ساتھ تکوجی ہالکر، مادھوجی سندھیا اور وساجی کرشنا تھے۔ بادشاہ خود بھی فوج سے دس میل پیچھے تھا۔ یہ فوج لونی، باغپت اور غوث گڑھ ہوتی ہوئی چاندپور یعنی گنگا کے مغربی کنارے کے پاس پہنچ گئی۔ اس دوران میں ضابطہ خاں نجیب آباد کے قلعہ پتھر گڑھ میں اپنا خزانہ اور بیوی بچوں کو ایک مختصر سی فوج کے ساتھ چھوڑ کر سکرتال پہنچ گیا جہاں اُس نے مورچہ لگایا۔ چونکہ سردیوں کا موسم تھا۔ گنگا میں بالکل پانی نہیں تھا گنگا کے مغربی کنارے پر شاہی فوج اور مرہٹے تھے اور مشرقی کنارے پر اُنیس میل تک روہیلے پھیلے ہوئے تھے۔ مرہٹوں نے چاندی گھاٹ (ہردوار سے [illegible] نیچے) گنگا پار کی۔ ۲۳ فروری ۱۷۷۲ء کو سورج نکلنے سے دو گھنٹہ پہلے چاندی گھاٹ پر دریا پار کرکے حملہ کر دیا۔ چونکہ روہیلے اس حملے سے بے خبر تھے اس لئے گھبرا گئے لیکن تھوڑی دیر بعد انھوں نے حالات پر قابو پالیا اور جوابی حملہ کیا۔ مرہٹوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اسی دوران میں نجف خاں بھی اپنی فوج لیکر آگیا۔ اس کے خطرناک گولہ بارود نے جنگ کا تقریباً فیصلہ کر دیا (باقی آئندہ صفحہ پر)

نیک توفیق عطا کرے۔ کہ نیک دل سے اپنی منزل پائیں۔ مولوی غلام یحییٰ صاحب[51] کی خبرِ جانکاہ نے سینہ میں آگ لگا دی اور زہرہ آب کردیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (ہم اللہ کے لئے ہیں۔ اور اس کی طرف لوٹنے والے ہیں) تسلّی کا یہ سامان ہو کہ کل ہمیں بھی جانا ہے۔ والسّلام۔ ۱۱۸۶ھ

بنام مولوی احسن خاں[52]

فقیر امروہہ اور مرادآباد کی سیر سے فارغ ہوچکا ہو۔ اور اب شاہجہانپور جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد پہنچے گا۔ روانہ ہونے سے پہلے دو تین مقام بریلی میں ہوں گے اور پانچ چھ مقام شاہجہانپور میں ہوں گے۔ اس کے بعد (فقیر) دہلی واپس چلا جائے گا۔ بڑھاپے کی کمزوری کے باوجود اس مشکل سفر کو آخرت کی نیک اغراض کے لئے پسند کیا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ مجھے بھی دوستوں سے ملنے کا اتنا ہی شوق ہے جتنا انھیں۔ ملاقات کی خواہش رکھنے والے دوستوں میں جو بھی بریلی میں ہوائسے اس کی (میری آمد کی) اطّلاع دے دیجئے۔ فقیر میں یہ مقدور نہیں ہو کہ وہاں پہنچکر عزیزوں کو اپنی آمد کی اطّلاع دے۔ کیونکہ میں وہاں کے رہنے والے دوستوں سے واقف نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ملاقات نہ ہو۔ والسّلام۔

(باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) روہیلوں کے بڑے سردار جو سب سے آگے تھے توپوں کے گولوں کی نذر ہوگئے۔ روہیلہ فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا مگر سعادت خاں آفریدی دو چار سو سپاہیوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں جما رہا۔ جبکہ مرہٹوں اور شاہی فوج کے سپاہیوں کی تعداد دس ہزار سے کم نہیں تھی۔ آفریدی کا گھوڑا زخمی ہوکر گر گیا۔ خود اس کی دونوں رانوں پر گولیاں لگیں لیکن اس نے کوئی پرواہ نہیں کی اور دوسرے گھوڑے پر سوار ہوکر لڑائی میں حصّہ لیتا رہا۔ یہاں تک کہ زخموں نے اسے گرنے پر مجبور کردیا۔ اس کے گرتے ہی تمام روہیلے فرار ہوگئے۔ ضابطہ خاں فرار ہوکر سکرتال پہنچا۔ لیکن یہاں بھی خود کو محفوظ نہ پاکر صرف چالیس ملازموں کے ساتھ اپنے ہاتھی پر بیٹھ کر روانہ ہوگیا۔ مرہٹوں نے روہیلوں کا تعاقب کیا۔ سکرتال پہنچے اور وہاں سے نجیب آباد پہنچکر پتھر گڑھ کا محاصرہ کرلیا۔ قلعہ میں بوڑھا روہیلہ سردار سلطان خاں تھا۔ پندرہ دن تک محاصرہ رہا۔ آخر اس شرط پر صلح ہوئی کہ مرہٹے کسی کو جان سے نہیں ماریں گے۔ قلعہ کا دروازہ کھولا گیا اور خوب لوٹ مار کی گئی ــ مرزا صاحب کی پوری ہمدردیاں ضابطہ خاں کے ساتھ تھیں۔ کیونکہ وہ روہیلوں کے بڑے خیرخواہ تھے۔ انھوں نے ایک خط میں ضابطہ خاں کے باپ نجیب الدولہ کی تعریف بھی کی ہو اور دوسرے نجف خاں سے مرزا صاحب بہت زیادہ متنفّر تھے۔ دہلی میں اس کی آمد پر مرزا صاحبؒ نے ایک خط میں لکھا تھا "جس دن سے نجف خاں آیا ہو اس شہر میں فقیر سے لیکر بادشاہ تک ہر شخص کی حالت خراب ہو" (برہان اکتوبر ۱۹۷۶ء ص ۲۲۸ - ۲۲۹) اس لئے اس جنگ میں مرزا صاحب کا اندازِ بتاتا ہو کہ وہ روہیلوں کی شکست اور فرار سے بہت ملول ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مغل حکومت کا زوال جلد سوم ص ۲۸/ - ۵۵)

[51] مولوی غلام یحییٰ بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ قرآن شریف کے حافظ تھے۔ ظاہری علوم پڑھاتے تھے۔ علم معقول کی کتابوں پر حواشی بھی لکھے تھے۔ قادریہ سلسلے سے بیعت تھے بعد میں نقشبندیہ سلسلے سے بھی بیعت ہوئے۔ پانچ سال تک مرزا صاحب سے فیض حاصل کیا۔ مسئلۂ وحدتِ وجود و وحدتِ شہود پر ایک رسالہ بھی لکھا تھا جس پر مرزا صاحب نے ایک مختصر سا دیباچہ بھی لکھا تھا (جو مقاماتِ مظہریہ ص ۸۰/ پر نقل ہوا ہو۔ مرزا صاحب کو ان سے بہت محبت تھی۔ چونکہ یہ خط ۱۱۸۶ھ میں لکھا گیا ہو اس لئے ان کا سنِ وفات بھی یہی قرار پائے گا۔

[52] اس خط پر مکتوب الیہ کا نام نہیں ہو۔ لیکن معمولاتِ مظہریہ میں یہ خط نقل ہوا ہو اور اس میں بھی مکتوب الیہ کا یہی نام دیا گیا ہے۔

جوئے کہستان کی موجِ رواں

اقبال کے کچھ غیر مرتّب نوادر

(جناب عابد رضا صاحب بیدار - رضا لائبریری رام پور)

اقبال کے چند بکھرے ہوئے نوادر یکجا کر کے پیش کر رہا ہوں۔ اقبال کے طالب علموں کے لئے یہ چیزیں جو ایک بار کہیں نہ کہیں چھپ چکی ہیں اور اب نظر سے اوجھل ہیں، دلچسپی اور فائدے سے خالی نہ ہونگی۔ اصل متن کے ملاحظہ سے پہلے ان کے بارے میں کچھ تصریحات آپ کے پیشِ نظر رہیں تو مناسب ہوگا۔

اشعار "مے خانہ" کے عنوان سے یہ غزل انقلاب لاہور کے "سالگرہ عید نمبر" میں شائع ہوئی ہو ما اخبار میں کہیں تاریخ درج نہیں جس سے پتہ چلتا کہ کونسی سالگرہ مراد ہو۔ غنیمت ہے کہ اداریہ میں ایک جگہ قلم سے یہ جملہ نکل گیا ہے کہ "انقلاب کی زندگی کا پہلا سال ختم ہوتا ہے اور دوسرا سال شروع ہوتا ہے" انقلاب کا پہلا شمارہ ۲ اپریل ۱۹۲۷ء کو شائع ہوا۔ اس طرح سالگرہ ۲ اپریل ۱۹۲۸ء کو منائی گئی ہوگی اور یہی ان اشعار کی تاریخِ اشاعت ہے۔ مجھے یہ شعر اقبال کے مرتّب مجموعوں میں کہیں نہیں ملے۔

انقلاب ہی میں یہ نظم بھی شائع ہوئی اور انقلاب کا یہ شمارہ بھی "سالگرہ عید نمبر" ہی جس میں حسبِ معمول کوئی تاریخ نہیں۔ یہاں بھی اداریہ کام دے جاتا ہے جس میں لکھا ہے کہ "آج اسلامی شہور و سنین کے حساب سے انقلاب کی زندگی کے دو سال ختم ہو رہے ہیں اور تیسرے کی دہلیز پر اس کا قدم پہنچ چکا ہے" اس سے اقبال کی اس نظم، یا کسی طویل نظم کے ٹکڑے کی پہلی اشاعت کی تاریخ کا علم ہوجاتا ہے۔

۲ اپریل ۱۹۲۷ء کو جب انقلاب کا پہلا پرچہ شائع ہوا، اسلامی شہور و سنین کے مطابق ۱۳۴۵ھ کے شوال کی پہلی تاریخ تھی۔ اس کے مطابق ۱۳۴۷ھ کی پہلی شوال کو دو سال پورے ہوتے ہیں۔ اور یہ

۱۹۲۹ء کے مارچ کی بارہ تاریخ تھی۔

انقلاب میں ان اشعار کا عنوان جس طرح لکھا ہے وہ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

"پیغام شہید"

"(حضرت ٹیپو سلطان شہید رحمۃ اللہ علیہ)"

مکاتیب | (۱) حسن نظامی کی کتاب "خانہ داری کے درس کا پہلا حصہ۔ یعنی میاں اور بیوی کی تعلیم" کی چوتھی اشاعت، مئی ۱۹۲۰ء، دلّی پرنٹنگ پریس دہلی" میں جو تقاریظ یا رائیں شامل ہیں اس میں ایک خط اقبال کا بھی ہے جو اس کے صفحہ ۔۔۔ سے من و عن نقل کیا جا رہا ہے۔

"از ترجمانِ حقیقت، سرّالوصال، مبصّر یکتائے تعلیم و تربیت جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب بیرسٹر و پی۔ ایچ ڈی" یہ عبارت خط سے پہلے درج ہے۔

دمڑی والے جس مضمون کا خاص طور سے اس خط میں ذکر کیا ہے وہ حسن نظامی کے مخصوص رنگ میں پیسے کی اہمیت کے بارے میں اپنے بچپن کے ایک واقعہ سے اس کا آغاز کیا ہے۔ جب دمڑی چلتی تھی۔ یہی اس کی وجہِ تسمیہ ہے۔

(۲) دوسرا خط سر اکبر حیدری کے نام ہے جن کی وساطت سے "کلیاتِ اقبال" کے مرتّب عبدالرزاق راشد صاحب مدظلہ، اور مصنف کے درمیان اشاعت کی اجازت اور معاوضے کے معاملات طے ہوئے تھے۔ اتفاق سے اسی زمانے کے متوازی، لاہور کے ناشرین نے بھی مجموعۂ کلام کی اشاعت کی بات چھیڑ دی۔ بیک وقت دو جگہ سے کاروباری نقطۂ نظر سے دونوں ناشروں کے لئے نقصان کا باعث بنتی۔ اس خطرے کے پیشِ نظر لاہوری ناشر نے اقبال کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ "کلیاتِ اقبال" کی اشاعت، جس کی اجازت وہ پہلے ہی دے چکے تھے، صرف ریاست حیدرآباد کے حدود میں محدود کر دی جائے اور اس کے لئے اقبال نے یہ خط لکھا۔ مرتّبِ کلیات کا نظریہ کاروبار سے زیادہ اپنی عقیدتمندی کا مظاہرہ اور اپنے جذبۂ تحسین کو تسکین دینا تھا۔ اس لئے انہیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ بانگِ درا اور کلیاتِ اقبال کا یہی پس منظر تھا۔ یہ خط اصلاً انگریزی میں ہے اور اصل متن جناب نادم سیتاپوری نے ہماری زبان، علی گڑھ، جولائی۔ اگست ۱۹۷۰ء